باب نمبر 19

# ترکِ تقلید اور
# اس کی تباہ کاریاں

از افادات

ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب

اویسی بک سٹال
جامع مسجد رضائے مجتبیٰ پیپلز کالونی گوجرانوالہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ وَالصَّلٰوةُ
وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰى آلِهٖ
وَاَصْحَابِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ وَاَوْلِيَاءِ اُمَّتِهٖ اَجْمَعِيْنَ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم
وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا
صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا
صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ
وَعَلٰى آلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

اللہ تبارک وتعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ وَعَمَّ نَوَالُہٗ وَاَتَمَّ بُرْھَانُہٗ وَاَعْظَمَ شَانُہٗ کی حمد وثنا اور حضور شافع محشر، مالکِ کوثر، محبوبِ دلبر، قائد الاولیاء، قائد الانبیاء، قائد المرسلین، خاتم النبیین، احمدِ مجتبیٰ، جنابِ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار گوہر بار میں ہدیہ درود وسلام عرض کرنے کے بعد

وارثانِ منبر ومحراب، اربابِ فکر ودانش، محتشم ومعزز حضرات وخواتین ربّ ذوالجلال کے فضل اور توفیق سے ہمیں ان پر کیف لمحات میں سہانی صبح کے اندر ادارہ "صراط مستقیم" کے فہم دین کورس کے 19 انیسویں سبق میں شرکت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔

میری دعا ہے کہ خالقِ کائنات جَلَّ جَلَالُہٗ ہماری روزانہ کی یہ حاضری اور روزانہ کا یہ وظیفہ اپنے دربار میں قبول فرمائے اور خالقِ کائنات جَلَّ جَلَالُہٗ یہاں شرکت کرنے والے تمام حضرات کو اور خواتین اور بذریعہ انٹرنیٹ شرکت کرنے والے تمام احباب کو اپنے خصوصی فضل وکرم سے مالا مال فرمائے۔

ہمارا آج کا موضوع ہے

# "ترکِ تقلید کی تباہ کاریاں"

میری دعا ہے کہ خالقِ کائنات جَلَّ جَلَالُہٗ ہم سب کو قرآن وسُنت کا فہم عطا فرمائے اور قرآن وسُنت کے ابلاغ وتبلیغ اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے میں نے قرآنِ مجید برہانِ رشید کی آیت کریمہ جو سورۂ آل عمران کی آیت نمبر 103 ہے تلاوت کی ہے

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا

ترجمہ: اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور تم آپس میں تفرقہ نہ کرو۔

دینِ متین وہ صراطِ مستقیم ہے کہ جس کی وجہ سے بندے کو خالقِ کائنات جَلَّ جَلَالُہٗ کے دربار تک رسائی ملتی ہے اور ایک انسان اللہ تعالیٰ کے دربار اور اسکی بارگاہ کا مقرّب بن جاتا ہے۔

حَبْلِ اللہ سے مراد مفسرین نے مختلف معانی لئے ہیں۔

حبل اللہ قرآن بھی ہے سُنت بھی ہے سارا دین اللہ کی رسّی ہے۔ اس سلسلہ میں امام طحطاوی نے دُرِمختار کے حاشیہ میں جو معنی بیان کیا وہ تقریباً تمام معانی کا جامع ہے۔ رسّی میں مختلف چیزوں کو اکٹھا کیا جاتا ہے اور اُن کا وجود یکجا محسوس ہوتا ہے۔

امام طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

اللہ کی رسّی سے مراد قرآنِ وسُنت کی روشنی میں جو فقہ کا بہت بڑا ذخیرہ اُمّت کو میسر آیا ہے وہ ہے خالقِ کائنات جَلَّ جَلَالُہٗ اُس کے بارے میں فرما رہا ہے۔

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعاً وَّلَاتَفَرَّقُوْا

هِيَ التَّمَسُّكُ بما بَيَّنَهَا الْفُقَهَآءُ مِنَ الْعُلُوْمِ

فقہا نے مہارت حاصل کرنے کے بعد قرآنِ مجید کی آیات اور احادیث نبوی کو ملا کر جو تشریحات کی ہیں وہ ساری کی ساری اللہ کی رسّی ہے۔

پھر اس کی تقلید کرنا اور اس کو ماننا یہ اس رسّی کو پکڑنا ہے۔

تو خالقِ کائنات جَلَّ جَلَالُہٗ نے اُمّتِ مُسلمہ پر یہ لازم کر دیا ہے کہ قرآن وسُنت کو اس انداز میں مانو کہ اس کی فقاہت تمہارے سامنے ہو اور اس کے بعد اپنا تعلّق پھر پوری زندگی اس کے ساتھ رکھو۔ جو فقہا اور آئمہ تمہیں قرآن وسُنت کی تعلیم تمہارے وقت کی ضرورت کے مطابق اور آئندہ حالات کے لحاظ سے دینے والے ہیں اور ان کے ساتھ کسی طرح کا کوئی اختلاف نہ کرو۔

## ترکِ تقلیداوراس کی تباہ کاریاں

اس موضوع کو سمجھنے سے پہلے ہمیں ابتدا میں یہ ماننا پڑے گا کہ وہ تقلید کیا چیز ہے اوراس کا دائرہ کار کہاں تک ہے اوراسکی شرعی حیثیت کیا ہے پھر پتہ چلے گا کہ اس کو ترک کرنے سے خرابی کیالازم آئے گی۔

ایک وہ احکام ہیں جو بالکل بدیہی ہیں واضح ہیں ان کا بیان قرآن مجید میں اورسنت میں واضح طور پر ہے تو ایسے احکام میں کسی طرح کی تقلید کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی۔

مثال کے طور پر نماز کی فرضیّت ہے تو اس میں آپ کہیں کہ ہم کسی کی تقلید کرتے ہوئے اسکو پانچ نہیں مانتے ہیں تو یہ وہ امور ہیں جن کے اندر تقلید چلتی ہی نہیں براہ راست قرآن وسنت میں ایسا واضح لکھا ہوا ہے لہذا روزے کی فرضیت نماز کی فرضیت حج کی فرضیت یہ وہ چیزیں ہیں کہ جن کے اندر تقلید موثر نہیں ہوتی اور جائز نہیں ہوتی ان کو تقلید کے بغیر ہی مانا جاتا ہے اور تقلید کی اسمیں ضرورت نہیں ہوتی۔

دوسری طرف وہ احکام ہیں کہ جن کا واضح بیان قرآن وسنت میں نہیں ہے تو ایسے احکام کے اندر کسی نہ کسی امام کی تقلید کی جاتی ہے۔

اب یہاں سے یہ بھی ذہن میں پکا بٹھالینا چاہیے کہ جو لوگ یہ شورش برپا کرتے ہیں کہ دیکھو قرآن مجید جب موجود ہے تو تم قرآن کو چھوڑ کر کسی امام کے پیچھے چلتے ہو تو ان کے سامنے اس موقف کو واضح کردیجئے کہ جو احکام قرآن وسنت میں بدیہی طور پر موجود ہیں اس میں ہم کسی کی تقلید کرتے ہی نہیں اوران میں براہ راست قرآن وسنت سے ہی ان احکام کو مانا جاتا ہے۔

اب نماز کی فرضیت اس لئے نہیں کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرض کہا ہے تو ہم اس کو فرض مانتے ہیں۔ یہ چونکہ بدیہی طور پر موجود ہے۔ بدیہی کا مطلب یہ ہے کہ ایسا نہیں ہے کہ کسی ایسے لفظ سے فرضیت ہم پر کی گئی ہو جو دو معانی

میں مشترک ہے اب پتہ نہیں اس کا کون سا معنی مراد لینا ہے اور کون سا نہیں لینا یا اس میں ترجیح کس کو دینی ہے اور کس کو ترجیح نہیں دینی یا تاریخ کے لحاظ سے اس میں ناسخ ومنسوخ کی حیثیت کیا ہے ایسی کوئی بھی چیز درمیان میں موجود نہیں۔ جن احکام کو اور امور کو بدیہی طور پر بیان کیا گیا ہے ان میں ہم تقلید کسی کی کرتے ہی نہیں۔ چہ جائیکہ کوئی ہم پر اعتراض کرے کہ تم نے ان چیزوں میں کسی کو اپنا امام بنایا ہوا ہے تو ایسے تمام امور میں ہمارے. ہاں کوئی تقلید نہیں ہوتی لیکن دوسری طرح کے جو احکام ہیں۔ ان میں تقلید کے بغیر کسی کا بھی گذارہ نہیں یہ ظاہر ہے اور علیحدہ بات ہے کچھ تقلید کرتے بھی ہیں اور مانتے بھی ہے اور کچھ کرتے ہیں لیکن چھپاتے ہیں۔

تو دوسری طرح کے احکام مثال کے طور پر یوں ہیں۔ قرآن مجید میں مطلقہ کا حکم جب بیان کیا گیا کہ جس عورت کو طلاق ہو جائے تو اس کی مدّت کا حکم سورۃ بقرہ کی آیت نمبر 228 میں ہے۔

وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوْءٍ

وہ عورتیں جن کو طلاق ہو جائے اپنے آپ کو روک کے رکھیں یعنی طلاق کے بعد آگے ابھی شادی نہ کریں کتنی دیر تک؟ ثَلَاثَةَ قُرُوْءٍ تین قرو، اب قرو، قرء '' کی جمع ہے قرء کا اطلاق حیض پر بھی کیا جاتا ہے اور طُہر پر بھی کیا جاتا ہے اور یہ دونوں چیزیں آپس میں متضاد. ہیں ماہواری کے دن کے حکم اور ہیں اور طہارت کے دن کے احکام اور ہیں لفظ ایک۔ ہے لیکن معنی دو ہیں ایک ہی لفظ کے دو معنی ہیں۔ جب ایک لفظ بنیادی طور پر دونوں کیلئے ہی وضع کیا گیا ہو تو اس لفظ کو معنی کے درمیان مشترک سمجھا جاتا ہے۔

لفظ کو جب واضع نے بنایا تھا تو دونوں کے معنی سامنے تھے یہ نہیں کہ ایک معنی حقیقی ہے اور دوسرا معنی مجازی ہے۔ بلکہ دونوں ہی معنی حقیقی ہیں تو جب ایک لفظ کے دو معنی ہیں اور دونوں ہی حقیقی ہیں لیکن دونوں میں فرق

زمین و آسمان کا ہے۔ایک ہے حیض اور دوسرا ہے طہر۔اگر حیض والا معنی ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ جس کو طلاق ہوئی وہ اپنے آپ کو تین حیض تک روک کے رکھے اور اگر طہر والا معنی ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ تین طہر تک اپنے آپ کو روک کے رکھے۔تو دونوں کے تقاضے میں آپس میں فرق آ جائے گا۔

تو اب لفظ ایک ہے اس کے معنی دو ہیں۔اگر چہ یہ مسئلہ لکھا ہوا آیت قرآن میں ہے لیکن چونکہ لفظ کے دو معنی ہیں وضع کے لحاظ سے لفظ کا دونوں معانی کے ساتھ ایک جیسا تعلق ہے۔تو ہمیں اب ترجیح چاہیے۔

جس سے یہ پتہ چلے کہ اس سے مراد حیض ہے طہر نہیں تو اس ترجیح کے اندر امام کی تقلید کی جاتی ہے اور ہم سے وہ لوگ بہتر جانتے تھے اور اُنکے علوم زیادہ تھے۔قرآن وسُنت پر مہارت زیادہ تھی اور معرفت وادراک زیادہ تھا۔لہٰذا اب ان دو معانی میں سے ایک کو معیّن کرنے کیلئے کہ جن کیلئے قرآن مجید میں ایک ہی لفظ استعمال ہوگیا۔اب کسی امام کی تقلید کرنا پڑے گی۔تو یہ وہ مقام ہے جہاں پر تقلید کے بغیر گذارہ نہیں ہوگا۔

وہ احکام اور ہیں کہ جہاں پر تقلید کرنا جائز نہیں، ہمارے نزدیک بھی اور بدیہی طور پر قرآن وسُنت میں موجود ہے لیکن یہ جو ایک مثال میں نے دی ہے ایسے متعدّد مواقع ہیں کہ جہاں وہ مسئلہ اگر چہ قرآن مجید میں ہے۔
اگر چہ سنّت میں ہے لیکن اسکی حتمی حیثیّت تک پہنچنے کیلئے ہمیں کسی راہنما کی ضرورت ہے۔کہ جس کا علم کے ساتھ رابطہ اور بارگاہِ نبوّت سے تعلّق ہمارے مقابلے میں بہت قریب ہے۔وہ جس وقت ایک معنی کو ترجیح دے دیں گے دلائل کی روشنی میں تو ہم دلیل پوچھے بغیر ہی ان کی بات کو مان لیں گے اس کو تقلید کہا جاتا ہے۔
اب یہ دو طرح کی احکام کی نوعیّت تھی، ان میں سے تقلید کا دائرہ کار پہلے احکام کے ساتھ نہیں دوسرے قسم کے احکام کیساتھ ہے اور اس کے لحاظ سے کوئی ایسی عقلی طور پر یا

منطقی طور پر رکاوٹ نہیں ہے اور نہ ہی کوئی قباحت ہے۔ اس واسطے ان کے پاس جب ایسے ذرائع نہیں ہیں تو دونوں معانی میں ایک کو ترجیح دینے کیلئے اس کو امام کی تقلید کرنا پڑے گی۔ لغوی طور پر تقلید کا معنی ہار پہنانا ہوتا ہے۔

ابن نجیم نے تقلید کی تعریف یہ کی ہے الْحُجَجِ

اَلتَّقْلِيْدُ الْعَمَلُ بِقَوْلِ مَنْ لَيْسَ قَوْلُهٗ اِحْدَى الْحُجَجِ بِلَاحُجَّةٍ مِّنْهَا

تقلید یہ ہے کہ اس کے قول پر عمل کر لینا جو نہ تو اللہ کی ذات ہے اور نہ ہی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے اور نہ ہی وہ قول اجماعِ اُمّت کے لحاظ سے ہے۔

ان تینوں سے علیحدہ قول ہے، اس کا قول اپنے ہاں دلیل پر مبنی ہے۔ لیکن اس سے دلیل پوچھے بغیر اس کے قول کو تسلیم کرنا اس کو تقلید کہا جاتا ہے۔

دلائل والی بات کو دلیل کے تقاضے کے بغیر ماننا اس کو تقلید کہا جاتا ہے اور لغوی معنی کے لحاظ سے دستور العلماء میں یہ لکھا ہے۔

كَاَنَّ هٰذَا الْمُتَتَبِّعَ جَعَلَ قَوْلَ الْغَيْرِ وَفِعْلَه قَلَادَةً فِيْ عُنُقِهٖ

اس بندے نے جس کی تقلید کی اس کے قول کو یا اس کے فعل کو اپنے گلے میں ہار کی طرح ڈال لینا تو اس شخص کو اس ذات کا مقلّد کہا جاتا ہے۔ تقلید کے اندر جو یہ بات بیان کی جارہی ہے کہ تقلید میں دلیل کا تقاضا نہیں کیا جاتا اس کو سمجھنا بہت ضروری ہے۔

عربی زبان میں اس کو سمجھنے میں یا تو مخالفین نے غلطی کی یا پھر جان بوجھ کر خیانت کرتے ہیں اور یہ پراپیگنڈہ کیا جاتا ہے کہ تقلید یہ ہے کہ جس قول کی کوئی دلیل نہیں اُسے مان لینا، حالانکہ اسکا مطلب یہ ہے کہ جس کی دلیل ہے اس کو دلیل کے تقاضا کے بغیر مان لینا۔

اپنی جگہ وہ قول دلائل پر مبنی ہے۔ اُس کی سُنّت سے بھی دلیل ہے اُس کی قرآن مجید سے بھی دلیل ہے لیکن یہ جس نے عمل کرنا ہے۔ اس کا یہ کام نہیں کہ پہلے دلیل یاد کرے اور پھر عمل کرے۔ یہ اس ذات پر اعتماد کرتے ہوئے اس سے دلیل کا

مواخذہ کیئے بغیر اس کے بادلیل قول کو مان کے آگے اس پہ عمل کرنا شروع کر دے۔
اس واسطے کہ عمل ایسی چیز ہے اگر اس کیلیے دلیل کو ماننا لازمی قرار دے دیا جائے تو پھر یا تو کسی کی ساری زندگی عمل کے بغیر گذر جائیگی یا آدھی زندگی عمل کے بغیر گذر جائے گی۔ اُس کا کتنا بڑا نقصان ہو جائے گا۔ ایک شخص حج کرنا چاہتا ہے، اب وہ حج کرنے پہنچا اُس نے طواف کرنا ہے اُس نے وہاں پہ سعی کرنی ہے وقوف کرنا ہے اب اس پر یہ طریقہ ماننا لازم ہے لیکن اس طریقے کے دلائل جاننا لازم نہیں۔

حج مجھ پر لازم ہے تو اس کی دلیل کیا ہے، میں نے سعی کرنی ہے تو اس کی دلیل کیا ہے میدانِ عرفات میں وقوف کرنا ہے تو اس کی دلیل کیا ہے۔

ہو سکتا ہے دلیل یاد کرنے سے پہلے حج کے دن ہی گذر جائیں اور اس کا سارا سفر ہی رائیگاں ہو جائے۔ ایسے مرحلے زندگی کے ہر کیلیے جو اسلام کا حکم ہے عمل کرنے والے کیلیے اس کو جان کر عمل کرنا لازم ہے اور اگر اس پر لازم کر دیا جائے کہ پہلے دلیل جانے گا تو پھر عمل ہو گا تو جتنا لمحہ دلیل کے ڈھونڈنے میں دلیل کے یاد کرنے میں گذر جائے گا وہ سارے کا سارا اس کی زندگی کا وقت رائیگاں چلا جائے گا۔ یہ تو ممکن ہی نہیں کہ عوام اپنے سارے دین کے دلائل سمجھ کے اس پر عمل کر رہے ہوں۔
ہمارے ہاں تو چونکہ ویسے تقلید رائج ہے۔ لیکن جو لوگ اسکو ناجائز کہتے ہیں اگر وہ اپنی جامعہ تلاشی لیں تو ان کے ہاں دو باتوں میں سے ایک بات ضرور مانی جائے گی یا تو ان کی عوام جن کو انہوں نے عدم تقلید کے راستے پر چلایا وہ زندگی کا ایک حصہ عمل کی چھٹی پہ گذار رہے ہیں کہ جس میں ان کو سارے احکام کے دلائل ہی نہیں آتے۔ ان کو قرآن مجید کے احکام کی آیات کا پتہ ہی نہیں کہ وہ کتنی ہیں اور ان کو احکام کی احادیث کا پتہ ہی نہیں کہ وہ کتنی ہیں چہ جائیکہ وہ احکام آتے ہوں تو اس بنیاد پر عمل نہیں ہے کیونکہ ان کے پاس دلیل نہیں ہے تو ترکِ دلیل کی بنیاد پر ان کے نزدیک عمل نہیں ہو گا۔ جب عمل نہیں ہوگا تو زندگی کا ایک حصّہ یا ساری زندگی عمل سے خالی ہو جائے گی اور اگر دلیل

جانے بغیر عمل کیا جارہا ہوتو پھر تقلید پر کس چیز کا اعتراض کرتے ہیں مقلّد نے امام کے بادلیل قول کو تقاضا، دلیل کے بغیر مان لیا کہ اس کا اپنے ہاں جو دلیل ہے وہ طے شدہ ہے، وہ تسلیم شدہ ہے لیکن اس پر عمل کرنے والی عوام کیلئے لازم نہیں کہ ہر دلیل کو ڈھونڈ کے، یاد کرکے پھر عمل کرے اس سے پہلے بھی اس کیلئے عمل کرنا جائز ہے۔ تو دوسرے لفظوں میں جو غیر مقلد ہے اگر عمل کررہا ہے تو پھر مقلّد کی صورتحال پر عمل کرتے ہوئے اپنے آپ کو راہِ عمل میں ڈالے ہوئے ہے، اگر نہیں کررہا تو یہ بھی بہت بڑا خسارہ ہے۔

کہ اس کی محدودسی زندگی عمل کے بغیر ہے، تو عمل کیلئے محض حکم جاننا کافی ہے، حکم کی دلیل جاننا ضروری نہیں ہے اور دلیل جاننا یہ علماء کا کام ہے۔ فقہاء اور مجتہدین کا کام ہے۔

اس واسطے عمومی طور پر یہ بات سامنے رکھی جاتی ہے کہ حکم کو معلوم کرلیا جائے اور اس حکم کو اس بنیاد پر تسلیم کرلیا جائے کہ امام نے دلیل کی پوری تحقیق کرلی ہے اور وہ اس کے نزدیک ثابت ہے، ہم تک یہ حکم پہنچ گیا ہے۔

اور ہم اس حکم پر دلیل ماننے کے بعد ناغہ نہیں کریں گے اس پر عمل کرتے چلے جائیں گے اس مقام پر دلیل جاننا لازم نہیں۔

## تقلید کی اقسام

تقلید کی دوقسمیں ہیں۔(۱) تقلید صحیح (۲) تقلید فاسد

تقلید صحیح اس طرح ہے کہ ایک شخص نے کسی کو پڑھتے ہوئے سنا

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ تو اس نے بھی پڑھنا شروع کردیا

اب جب اس نے یہ پڑھا تو اس سے پوچھا گیا کہ تم یہ کلمہ کیوں پڑھتے ہو تو اس نے کہا

وَجَدْتُّ الْمُؤْمِنِيْنَ يَقُوْلُوْنَ هٰذِهِ الْكَلِمَةَ

میں نے مومنین کو دیکھا کہ وہ یہ کلمہ پڑھتے ہیں اور وہ جب یہ کلمہ پڑھتے ہیں

فَيَكُوْنُوْنَ الْمُسْلِمِيْنَ عِنْدَاللّٰهِ تَعَالٰى

اس بنیاد پر ان کو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مسلمان سمجھا جاتا ہے۔

میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ یہ کلمہ پڑھتے ہیں تو ان کو اللہ کے ہاں مسلمان قرار دے دیا جاتا ہے قُلْتُهَا اَيْضًا، میں نے بھی یہ کلمہ پڑھ لیا۔

لِاَ كُوْنَ مُسْلِماً

تاکہ میں بھی مسلمان بن جاؤں۔

اس نے تقلید کی کہ فلاں شخص کلمہ پڑھ رہا ہے پڑھتا اس لئے ہے کہ وہ مومن ہو جائے تو اللہ کے نزدیک وہ مومن شمار ہوتا ہے تو میں نے بھی اسکو دیکھ کر کلمہ پڑھ لیا، میں نے یہ کلمہ اس لئے پڑھا تاکہ میں بھی اللہ کے نزدیک مومن بن جاؤں۔ تو یہ تقلید بالکل صحیح تقلید ہے جس میں اس نے پوری صورتحال کو سامنے رکھ لیا اور جو اس کے عمل کی غرض تھی اس کو سامنے رکھ کر خود بھی وہ کام کرنا شروع کر دیا۔

اب اس کو یہ نہیں کہا جائے گا کہ اس نے خواہ مخواہ کسی کے پیچھے لگ کر یہ کلمہ پڑھا ہے تو یہ غیر معتبر ہو جائے نہیں یہ معتبر ہوگا تو جب اسلام کی بنیاد کے اندر تقلید جائز ہے اور وہ مؤثر ہوتی ہے تو اسلام کی تعلیمات پر عمل کرنے کے لحاظ سے تقلید کو غیر مستند کیسے قرار دیا جاسکتا ہے۔

آغازِ اسلام کے اندر جب دیکھ کر کسی کو کلمہ پڑھا اس بنیاد پر کہ وہ پڑھ کے مومن ہوا تو میں بھی پڑھ کر مومن ہو جاتا ہوں۔ اس پر اس نے تقلید کر لی اور اس کو محمود قرار دیا گیا اس بنیاد پر اس کو مومن قرار دیا گیا تو یہ آغاز میں تقلید کا جب ایسا حسیں منظر موجود ہے تو اختتام تک اور زندگی کے انجام تک جو شعبہ جات درمیان میں آئیں گے جن کا تعلق اُصول دین کے ساتھ نہیں ہوگا، بلکہ فروغ کیساتھ ہوگا ان کے اندر بندے کو ہر حال میں تقلید کرنا پڑے گی۔

دوسری حیثیت تقلیدِ فاسد کی ہے وہ کیا ہے کہ

کسی نے کلمہ پڑھا کسی کو دیکھ کر تو جب اس سے پوچھا گیا کہ تم نے کلمہ کیوں پڑھا تو وہ کہنے لگا قُلْتُ مَاقَالُوْا جوانہوں نے کہا میں نے بھی کہہ دیا۔

وَلَا اَدْرِیْ مَاهِیَ اور یہ میں نہیں جانتا کہ یہ کلمہ ہے کیا وہ کلمہ پڑھ رہے تھے میں نے بھی پڑھ لیا اور یہ میں نہیں جانتا کہ یہ کلمہ ہے کیا اس لحاظ سے جب اس نے کہا تو اب یہ تقلید فاسد ہے۔

اس بنیاد پر کہ اس کو جب اللہ تعالیٰ کی معرفت ہی نہیں ہوگی کہ لا الہ الا اللہ میں اللہ کا جو ذکر کر رہا ہے۔ یہ اللہ کی ذات کا نام ہے اور وہ خود اقرار کر رہا لَا اَدْرِیْ مَاهِیَ میں نہیں جانتا کہ یہ ہے کیا میں یہ نہیں جانتا، میں نے یہ کلمہ اس لئے پڑھا کہ وہ پڑھ رہے تھے۔

تو تقلید فاسد ہوگی۔ اس بنیاد پر وہ مومن قرار نہیں پائے گا اور اس کو مسلمان نہیں کہہ سکیں گے تو ہم جس تقلید کے داعی ہیں، وہ تقلید تقلیدِ صحیح ہے اس کی آگے دو قسمیں ہیں، ایک تقلید محمود اور دوسری ہے تقلیدِ مذموم۔

## تقلید صحیح کی اقسام

(۱) تقلید محمود (۲) تقلید مذموم

تقلید محمود وہ ہے جس کی شریعت میں تعریف کی گئی ہے۔

اور تقلید مذموم وہ ہے جس کی شریعت میں مذمت کی گئی ہے۔

قرآن مجید میں بار بار یہ آیا ہے کہ جس وقت مشرکین مکہ کو یہ کہا جا رہا تھا کہ آؤ تم کلمہ پڑھ لو اور اسلام میں داخل ہو جاؤ۔ سورۃ المائدہ کی آیت نمبر 104 میں ہے

وَاِذَاقِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَاۤاَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَاوَجَدْنَاعَلَيْهِ اٰبَآءَنَا

جب اُن سے کہا جائے کہ تم اللہ تعالیٰ کی طرف آجاؤ اور رسول علیہ السلام کی طرف آجاؤ تو کیا کہتے ہیں۔ حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا جس طریقے پر ہم

نے اپنے آباء اجداد کو پایا وہی ہمارے لئے کافی ہے۔ہمیں قرآن کی ضرورت نہیں سُنّت کی ضرورت نہیں۔ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف جانے کی ضرورت نہیں ہمیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جانے کی ضرورت نہیں۔

حَسْبُنَا مَاوَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا

تو یہ لوگ بھی ایک قسم کی تقلید کررہے تھےلیکن ان کی مذمت کی گئی انکاردّ کیا گیا کہ یہ تمہارا قول درست نہیں،تمہارے آباء کے پاس ان دکھوں کا علاج کہاں ہے جو تمہارے رب کے پاس موجود ہے اور تمہارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود ہے۔تم اس گمراہی سے نکلو اور اسلام کے اندر داخل ہو جاؤ،ان کے اس طریقے کو جو وہ کہتے تھے جو آباء کا دین تھا وہ ہمارے لئے کافی ہے ہم اسی پر رہیں گے ناظرین ہم اس تقلید کے علمبردار نہیں ہیں۔یہ بھی کسی کا غلط پراپیگنڈہ ہے،اگر وہ تقلید کے ردّ میں ایسی آیات پڑھتا ہے تو ہم خود اسکا ردّ کرتے ہیں۔یہ تقلید تقلیدِ مذموم ہے ایک فیصد بھی ایسی تقلید جائز نہیں ہے اس واسطے کہ جن کی تقلید کی جارہی ہے وہ خود کفر میں ڈوبے ہوئے ہیں وہ خود مشرک ہیں ان کے پیچھے جانے والے کیسے بچ سکیں گے۔ہم اُس تقلید کے داعی ہیں کہ جس میں امام بھی صراطِ مستقیم پہ جارہا ہے اور تقلید والے بھی صراطِ مستقیم پہ جارہے ہیں اور قرآن مجید کی آیات میں اسکا ذکر موجود ہے۔

اگر باپ دادا کا حوالہ دے کر ان کی پیروی کرنا تقلید ہے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے بھی تقلید کا ذکر کیا تھا۔

اور سورۃ یوسف کی آیت نمبر 38 میں ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام سے جب پوچھا گیا کہ آپ اپنا مؤقف واضح کریں۔آپ کسی ملّت پر ہیں،کیا کرنے والے ہیں آپ نے فرمایا۔

وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ آبَاۗءِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ

میں۔نے اتباع کی اپنے آباء کی ملّت کی باپ دادا کی اتباع کی وہ کون ہیں

فرمایا وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت اسحاق علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام ہیں اب یہاں بھی حوالہ باپ دادا کا دیا جا رہا ہے لیکن یہ محمود ہے مذموم نہیں اسکی مذمت نہیں کی گئی اسکی شریعت نے تعریف کی ہے۔

آج ہمارے ہاں یک طرفہ ٹریفک چلتی ہے، مسلسل مشرکین والی آیات پڑھی جارہی ہیں باپ دادا کا حوالہ دے کر اس کو چسپاں ہم پہ کیا جارہا ہے کہ دیکھو وہ باپ دادا کی بات کرتے تھے تو قرآن نے رد کیا اور تم بھی کہتے ہو کہ یہ بات چونکہ حضرت داتا گنج بخش ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے یہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے اور یہ فلاں نے کی ہے تو ہم اس کو ماننے والے ہیں، دیکھو باپ دادا کی بات کو ماننا اسکو قرآن مسترد کررہا ہے۔

بھائیو یہ کتنا بڑا قرآن مجید کی آیات کے ساتھ ظلم ہے، وہ بات ان لوگوں کی ہے جن کے باپ دادا بُرے ہیں اور جس کے آباءاجداد کُفروشرک میں ہیں۔ اب پچھلے بھی اُدھر ہی چلے جائیں گے لیکن جن کے آباءاجداد اور جن کے پیشوا پہلے گزرے ہوئے صراطِ مستقیم کا مینار ہوں تو پچھلے جانے والے بھی صراطِ مستقیم کی چمک ضرور ہوں گے۔

اس واسطے یوسف علیہ السلام نے فرمایا

وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ آبَاءِ یْ

میں نے بھی اپنے آباء کی ملّت کی پیروی کی، اُن کی اتباع کی اُنکے پیچھے چلا اور اس کو واضح کردیا کہ مطلقاً باپ دادا کی روش پہ چلنا یہ مطلقاً ناجائز نہیں ہے مطلقاً یہ مذموم نہیں ہے۔ مطلقاً یہ کام بُرا نہیں ہے یہ تب بُرا ہے کہ اگر باپ دادا بُرے ہیں اگر وہ مشرک ہیں اگر وہ گمراہ ہیں تو ٹھیک ہے ان کے پیچھے جانے کی قرآن مجید کی اجازت نہیں دی، لیکن اگر وہ اچھے ہیں تو قرآن کہتا ہے۔

وَاتَّبِعْ سَبِیْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ

تشریح یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو پہلے میری طرف جھک کے منزل تک

پہنچ گئے ہیں تم بھی پیچھے پیچھے چلو تمہیں بھی میر ادر بار نظر آ جائے گا۔

اب اس مقام پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا نقطہ نظر اس انداز سے میں پورے مضمون کو بیان کرنا چاہتا ہوں کہ کسی جہت سے اعتراض کی گنجائش باقی نہ رہے لیکن اس کے باوجود اگر کسی کے ذہن میں ہوگا تو بعد میں جواب دیں گے۔

سورۃ النسآء کی آیت نمبر 59 میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ

اے ایمان والو اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اور جو تم میں سے اولی الامر ہیں ان کی۔

ان تین کی تم اطاعت کرو لیکن یہ فرق واضح کر دیا کہ یہ تیسری اطاعت پہلی دو کے سائے میں ہے کوئی مستقل نہیں ہے، اس واسطے پہلے اللہ تعالیٰ نے دو بار اَطِیْعُوْا بولا ہے

اَطِيْعُوْا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْا الرَّسُوْلَ

تیسری بار اللہ تعالیٰ نے اَطِیْعُوْا نہیں بولا بلکہ عطف ڈال دیا وَاُوْلِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ اور جو تم میں سے اولی الامر ہیں ان کی بھی اطاعت کرو۔

اب اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا تیسری ذات کون سی ہے۔

آج یہ بھی ایک نعرہ لگایا جاتا ہے کہ بس اللہ تعالیٰ کی اطاعت، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اس کے سوا کوئی چیز نہیں اور کچھ نہیں، ہم مانیں گے تو جو یہ کہتا کہ ہم اور کوئی نہیں مانیں گے تو اُوْلِی الْاَمْر کا لفظ جان کیسے سکتا ہے۔

اس پر اسکا یقین کیسے ہوگا اگر اس کو نہیں مانے گا تو قرآن کو کیسے مان سکے گا اللہ تعالیٰ تو تین اطاعتوں کا حکم دے رہا ہے، دو مستقل ہیں اور تیسری ان کے ضمن میں ہے۔

www.SirateMustaqeem.net

اَطِيْعُوْا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْا الرَّسُوْلِ وَاُوْلِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ

اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اور اطاعت کرو اس ذات کی جو تم میں سے امر والی ذات ہے نہ وہ اللہ کی ذات ہے اور نہ وہ رسول علیہ السلام کی ذات ہے وہ تم میں سے ایک امتی کی ذات ہے۔

لیکن وہ ذات اتنی بڑی ہے کہ خالق کائنات جل جلالہ نے اس کے کردار کو دیکھ کر اور اس کے علوم کو دیکھ کر اس کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دے دیا ہے۔

اسمقام پر مفسر بارگاہِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت عطا بن سائب اور حضرت امام مجاہد حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ تعالیٰ اجمعین یہ سارے کہتے ہیں کہ اولی الامر سے فقہاء مراد ہیں۔

(جامع البیان للطبری ۴/۲۰۶۔۲۰۷ دار الفکر)

وہ لوگ جنہوں نے قرآن پاک میں درک حاصل کیا اور ایک مقام تک پہنچ گئے۔ مرتبہ اجتہاد تک پہنچے تو اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے میری اطاعت کرو اور میرے محبوب علیہ السلام کی اطاعت کرو اور ان کی اطاعت کرو مطلب یہ ہے کہ حقیقت میں یہ اطاعت سمٹ کے دو بن جائیں گی اور دو پھر ایک بن جائے گی۔ لیکن تینوں کو بیان کر دیا۔

جو احکام بدیہی طور پر ہیں وہاں تو اسکی کی تقلید کی ضرورت نہیں لیکن جہاں پر ایسے سینکڑوں مواقع ہیں کہ پتہ ہی نہیں چلتا کہ ان دو معانی میں سے کون سا معنیٰ مراد ہے یا ہمارا جو نیا مسئلہ پیش ہو گیا ہے یہ کس آیت کے زمرے میں آ رہا ہے اور اس کی دلیل کونسی چیز بن سکتی ہے۔ تو اسمقام پر اولی الامر مسئلہ حل کرتے ہیں اور ان کے حل کو شریعت مطہرۃ نے پہلی دو اطاعتوں کے زیر سایہ قرار دے دیا ہے، اسی واسطے

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشادفرمارہے ہیں۔

اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّهِمِ اقْتَدَیْتُمْ اِهْتَدَیْتُمْ (مشکوٰۃ ص ۵۵۴)

میرے سارے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں، تم ان میں سے جس کی بھی اقتداء کروہدایت پاجاؤ گے۔

اب یہ بھی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ذات نہ صرف الوہیت والی ہے نہ رسالت والی ہے لیکن ہدایت میں ھادی مہدی بن گئے ہیں لوگوں پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لازم کردیا۔

عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ (مشکوٰۃ ص ۳۰)

لوگوتم پر میری سنّت بھی لازم ہے اور میرے خلفاء راشدین کی سُنّت بھی لازم ہے اس پر خصوص میں خلفا کا ذکر کردیا اور عموم میں تمام صحابہ کرام کا ذکر کردیا۔اب وہ ہدایت کے ستارے بنے ہیں اور جوان کی ہدایت کو مان کے چلے گا۔

اس کو یہ نہیں کہا جائے گا کہ اس نے کوئی نیا دین اختیار کرلیا اور وہ اللہ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہٹ کے کسی اور کے پیچھے چل رہا ہے نہیں خود انہوں نے اس کے پیچھے چلایا ہے، لہذا صحابہ کرام کی اقتداء اور اتباع کے اندر جو چیز اس کو حاصل ہوگی یہ بھی اولی الامر کا ایک حصہ ہے اور اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس بندے کو اپنی رضا کا حصول عطا فرمائے گا۔

یہاں پر یہ بات قابل غور ہے، لوگ یہ بھی پوچھتے ہیں کہ صحابہ کرام کیا تقلید کرتے تھے یا نہیں کرتے تھے۔وہ اس وقت حنفی تھے، مالکی تھے، حنبلی تھے یا شافعی تھے ان کی حیثیت کیا تھی، تو میرے بھائیوں بلاخوف تردید کہتا ہوں کہ صحابہ کرام میں دو طرح کے لوگ تھے ایک وہ تھے جو مقام اجتہاد پر فائز تھے اور مجتہد تھے اور دوسرے وہ تھے جو مقلد تھے، صحابہ کرام میں مجتہد بھی تھے مقلد بھی تھے اور صورتحال یہ تھی کہ ابن قیم

نے "اعلام الموقعین" میں اس کو بیان کیا ہے کہ:

''صحابہ کرام میں سے ۱۴۹ اصحاب فتوی تھے ان میں سے سات شخصیات کثیر الفتاویٰ تھیں ۔ ان میں حضرت عمرؓ حضرت علیؓ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ ام المومنین حضرت عائشہؓ حضرت زید بن ثابتؓ حضرت عبد اللہ بن عباس اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم ہیں۔ (اعلام الموقعین ۱/۲۱ دار الکتاب العربی)

اگرچہ اُن میں سے ہر شخص ہی ہم سے تو کروڑ درجہ بہتر ہے اور ان کے علم کے مقابلے میں ہمارے بڑے سے بڑے عالم دین کی کوئی حیثیت نہیں ہے، لیکن آخر اُن میں سے بھی درجات تھے۔ اُن میں سے ۱۴۹ اصحاب فتوی ہیں۔ ان اصحاب فتویٰ میں بھی درجات تھے۔ ابن قیم نے المکثرون، المتوسطون، المقلون کے عناوین کے تحت By Name سب کا ذکر کیا ہے۔ (اعلام الموقعین ۱/۲۱)

اب جب وہ اصحاب فتوی ہیں تو مطلب یہ بنا کہ باقی سارے ان کی مانتے ہیں ورنہ وہ اصحاب فتوی کیسے بنتے جب ان سے کوئی فتوی ہی نہ پوچھتا تو پوچھتا وہ ہے جو پوچھ کے عمل کرے گا ۱۴۹ اُن میں سے اصحاب فتوی ہیں اور باقی ہزاروں سارے اُن کے مقلدین ہیں۔

اس پر دلیل یہ ہے کہ فتاوی ہمارے سامنے موجود ہے۔

مصنف ابن ابی شیبہ ہے، مصنف عبد الرزاق ہے، تہذیب لآثار ہے۔

سیر اعلام النبلاء میں بعض آثار ہیں، بہت سی کتابوں کے اندر صحابہ کرام کے فتوے ہیں، امام ابوبکر محمد بن موسیٰ جو بہت بڑے محدّث تھے، انہوں نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے فتاویٰ بیس کتابوں میں اکٹھے کیے ہیں۔ (اعلام الموقعین ۱/۲۱)

اور انداز وہ ہے جو ہمارے ائمہ فقہا کا انداز ہے کیا جب ان (صحابہ) سے کوئی مسئلہ پوچھا گیا تو انہوں نے حکم بیان کیا اسکی دلیل بیان نہیں کی تو پتہ کیا چلا کہ

صاحب فتویٰ صحابی کہہ رہے ہیں مجھ سے پوچھنے والے صحابی میں نے جو مسئلہ بیان کیا تم پر اسکی دلیل جاننا لازم نہیں حکم ماننا لازم ہے۔ تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اپنے فقہاء سے فتوی پوچھ رہے ہیں۔ ۱۴۹ مفتی صحابہ کرام کے جب فتوے دیتے ہیں تو وہ فتوی اس انداز میں دیتے ہیں جیسے مقلد کو سمجھایا جاتا ہے۔ اُن کو ساتھ دلیل کا بیان ہی نہیں کرتے بلکہ وہ صرف حکم بیان کرتے ہیں اور حکم سن کر صحابی مان جاتے ہیں اور عمل کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ جب ایک صحابی جو خود ہدایت کے ستارے ہیں وہ دوسرے مجتہد صحابی کی تقلید کرتے وقت دلیل نہیں پوچھتے بلکہ وہ دلیل کے بغیر آنکھیں بند کر کے اُن کے پیچھے چل کے عمل کرتے ہیں۔ تو ہدایت کے رہنما بنتے ہیں، تو ہم اگر ایسا کریں گے تو اس میں کونسی قباحت موجود ہوگی۔

۱۴۹ اصحاب فتوی ہیں اور ان کے فتاوی ہزاروں کی تعداد میں ہمارے پاس موجود ہیں اور انداز وہ ہے جو بعد والے فقہاء کا انداز ہے کہ دلیل کو بیان نہیں کیا بلکہ صرف مسئلہ بیان کیا ہے، حکم بیان کیا ہے اور اگر عمل کرنے والے کیلئے دلیل کا ماننا لازم ہوتا جس طرح کہ آج کچھ لوگوں نے موقف اپنا لیا ہے تو چاہیے تھا کہ قرآن میں ہر حکم کیساتھ دلیل ہوتی، پھر اس حکم پر سنت سے دلیل ہوتی پھر صحابہ کرام مانتے اور کہتے کہ اب تم نے تقاضے پورے کر لئے ہیں، اب ہم اس پہ عمل کریں گے، مگر قربان جاؤں ایمان صحابہ کرام پہ انہوں نے اپنے اماموں کی بات آنکھیں بند کر کے مان لی ہیں کہ یہ ان پر ہے انہوں نے ان مسائل کی تحقیق کر لی ہے۔ لہذا یہ جب تحقیق کر چکے ہیں تو ہمیں اب دلیل کے مطالبہ کی ضرورت ہی نہیں ہے۔

اس انداز میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی ذات کے قول کو بغیر دلیل کے مان جانا اُسے ہی تقلید کہا جاتا ہے۔

اب صحابہ کرم رضوان اللہ علیہم اجمعین میں فتوی دینے والے ۱۴۹ ہیں اور پھر

ہر ایک کے کچھ نہ کچھ ماننے والے ہیں، تو اس واسطے واضح طور پر یہ صورتحال نہ بنی جسطرح کہ بعد میں حنفی مالکی، حنبلی شافعی کہلوایا گیا۔ لہذا اس وقت اصحاب فتوی اور مجتہدین جو بیان کرنے والے ہیں وہ ایک ایک شہر کے ایک ایک مفتی کو ماننے والے ہیں۔ کوفہ والے اپنے مفتی کو، مدینہ والے اپنے مفتی کو، مکہ شریف والے اپنے مفتی کو، یہاں تک کے جب دوسرے صحابی کا اُن کے سامنے قول پیش کیا گیا تو وہ کہنے لگے

لَانَاخُذُ بِقَوْلِکَ وَنَدَعُ قَوْلَ زَیْدٍ

اے ابن عباس تمہاری بات مان لیں اور زید کی بات چھوڑ دیں، نہیں ہم پہلے بھی اُن کی بات مانتے ہیں تو بعد میں بھی ان کی ہی مانیں گے، تو یہ تقلید شخصی کا بھی ایک دستور تھا بخاری شریف میں پورا قصہ یوں ہے عن عکرمۃ اَنّ اھلَ المدینۃ سَألُوا ابنَ عباس عن امرأۃٍ طَافَت ثُمّ حَاضَت قال لھم تنفر قالوا لا نَاخُذ بقولک ونَدَعُ قولَ زید۔ (بخاری جلد ۱/ ۲۳۷ طبع کراچی)

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اہلِ مدینہ شریف نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ اگر ایک عورت نے طواف افاضہ کرلیا ہو پھر اس کو حیض آجائے (کیا اس سے طواف وداع ساقط ہو جائے گا) ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ساقط ہو جائے گا وہ گھر چلی جائے تو اہل مدینہ نے کہا ہم حضرت زید بن ثابت کا قول ترک کر کے تمہارا قول نہیں مانیں گے۔

با قاعدہ خلفاء راشدین نے اس کی وضاحت کی تھی۔ اسواسطے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایک مقام پر تقریر فرمارہے تھے تو آپ نے اس تقریر کے اندر اس بات کو واضح فرمادیا جس وقت شعبہ جات کی تقسیم ہورہی تھی کہ کسی طرح فتوی لیا جائے گا اور کس طرح آگے اس کے اوپر عمل کیا جائے گا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس سلسلے میں بیان کررہے تھے کہ جس شخص نے قرائت کا مسئلہ پوچھنا ہو وہ حضرت اُبَیّ بن

کعب رضی اللہ عنہ کے پاس جائے اور جس نے وراثت کی بات پوچھنی ہو وہ حضرت زید بن ثابت کے پاس جائے اور جس نے فقہ کا مسئلہ پوچھنا ہو وہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے پاس جائے تو اب یہ بات بھی سامنے آئی کہ یہ نعرہ محض جذباتی ہے کہ ہمیں کسی اور کے فتوے کی ضرورت نہیں سب کچھ قرآن مجید میں ہے جب سب کچھ واضح طور پر جزی جزی لکھی ہوئی ہوتی تو پھر قرآن کروڑوں سپاروں کا قرآن ہوتا۔

پھر سب کچھ اس انداز میں تفصیل سے آجاتا اب قرآن مجید میں ہے تو سب کچھ مگر اُس سب کچھ تک ہر ایک سوچ نہیں پہنچ سکتی کوئی کوئی سوچ پہنچتی ہے اُس مقام تک۔

ہر سینہ نشیمن نہیں جبریل امین کا
ہر فکر نہیں طائر فردوس کی میاد
وہ فکر خدداد سے روشن ہے زمانہ
آزادی افکار ہے ابلیس کی ایجاد

اُس مقام تک پہنچنا یہ خاص لوگوں کا معاملہ ہے

اب جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ تقسیم کر رہے تھے اور وہ بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی روشنی میں ورنہ تو یہ سوال پیدا ہو سکتا تھا کہ اے عمر رضی اللہ عنہ تمہیں ان شعبہ جات کو تقسیم کرنے کیلئے کیا ضرورت ہے۔سب کچھ تو قرآن میں ہے اور سنت میں ہے وہ پڑھنے کی دعوت دو تم کیوں لوگوں کو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی دہلیز پر بھیجتے ہو اور کیوں لوگوں کو حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج رہے ہو اور کیوں لوگوں کو حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجتے ہو۔ان کو قرآن وسنت کی طرف بھیجو۔وہ بہتر جانتے ہیں اور بتا رہے ہیں کہ ان کی طرف بھیجنا۔حقیقت میں قرآن وسنت کی وضاحت کر دیں گے،اگر سن کے عمل نہیں

کرنا تھا تو پھر اُن کے پاس جانے کی ضرورت ہی کوئی نہیں تھی۔ پتہ چلا کہ وہ ان کے پاس جاتے بھی تھے اور پوچھتے بھی تھے اور پوچھ کر عموماً بغیر دلیل کا مطالبہ کئے عمل کر کے تقلید کا اثبات بھی فرما رہے تھے

اب اس مقام پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث شریف عرض کر کے اس مفہوم کو واضح کرنا چاہتا ہوں۔

پہلی گفتگو سے اب تک یہ بات واضح ہوگئی کہ ہمیں تقلید کرنا پڑے گی اور دلیل کا جاننا عوام کے ذمہ کی بات نہیں بلکہ حکم کا جاننا ان کیلئے کافی ہے۔

اگر دلیل کو لازم کردیا گیا تو عمر برباد ہو جائیگی یا منافقت آجائے گی کہ زبان سے کچھ کہا جارہا ہے اور عمل بغیر دلیل جاننے کے کیا جارہا ہے اور یہ طے شدہ حقیقت ہے کہ آج کے زمانہ کا ایک دوکاندار ریڑھی لگانے والا وہ جب یہ دعوی کرتا ہے کہ میں غیر مقلد ہوں تو پھر وہ عمل تب کرے جب اُسے ساری دلیلیں آتی ہوں۔ جس کو اسلام کی ابتدائی معلومات کا پتہ نہیں اس کو ہر حکم کی دلیل کہاں سے آئی گی۔ تو پھر وہ اپنے موقف کے خلاف زندگی بسر کر رہا ہے لیکن یہ اصل حقائق ہیں کہ جن کو وہ روشنی شروع سے ملی ہے۔ عوام کیلئے یہ کافی ہے کہ وہ حکم جان لیں اگر اُس حکم کی دلیل نہیں آتی تو پھر بھی عمل صحیح ہوگا، اگر جانیں گے تو یہ اُن کا شوق ہوگا۔ لیکن عمل کی صحت کیلئے حکم کا جان لینا کافی ہوگا۔

اب میں ایسی حدیث پیش کرتا ہوں جو میں نے کہا کہ اما کی ضرورت ہے حدیث کو سمجھنے کیلئے، اصل میں یہ قرآن وسنت ہی کی طرف پہنچاتے ہیں اور کہیں نہیں لیجاتے ہم اس لئے ان کو مانتے ہیں کہ ان کی اقتداء میں بندہ قران وسنت کی حقیقی تعلیم تک پہنچ جاتا ہے۔ ورنہ صرف لفظ پڑھ لینے سے اور صرف سند کو دیکھ لینے سے بندہ لفظوں کے ہیر پھیر میں تو رہ سکتا ہے، مگر حقیقت نگر میں کبھی بھی نہیں پہنچ سکتا۔

اب دیکھئے اس حدیث شریف کو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت

کرتے ہیں اور سند کے لحاظ سے بالکل صحیح حدیث ہے۔ یہ حدیث طحاوی شریف کی جلد نمبر 1 صفحہ نمبر 11 اور 15 پر موجود ہے۔

اَنَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَ آلِہٖ وَسَلَّم کَانَ یَتَوَ ضَّاءَ مِنْ بِئْرِ بُضَاعَۃَ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ شریف کے ایک کنوے سے وضو کرتے تھے۔ وہ کنواں ایسا تھا کہ جس میں کبھی گندگی بھی پڑ جاتی تھی۔

فَقِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ تُلْقٰی فِیْہِ الْجِیفُ وَالْمَحَائِضُ

اس کنوے میں مردہ کتے بھی کبھی پڑے ہوتے ہیں اور کبھی اس میں حیض والے کپڑے بھی گرے ہوتے ہیں، تو آپ اس سے وضو کر لیتے ہیں۔

تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا۔

اِنَّ الْمَاءَ لَایَنْجُسُ

بے شک پانی پلید نہیں ہوتا۔

یہ لفظ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں۔ اب اس حدیث شریف کی محض جو آدمی سند پڑھ لے گا کہ حدیث صحیح ہے تو کیا وہ حق تک پہنچ جائے گا۔ کبھی بھی وہ حق تک نہیں پہنچے گا، اسواسطے کہ لفظ کیا ہیں۔

اِنَّ الْمَآءَ لَایَنْجُسُ

کہ پانی پلید ہوتا ہی نہیں، تو کیا کسی ذی عقل انسان کی عقل یہ تسلیم کرتی ہے کہ پانی وہ چیز ہے جو پلید ہو ہی نہ سکے۔

اِنَّ الْمَآءَ لَایَنْجُسُ

اسکا واضح ترجمہ یہ ہے کہ پانی پلید نہیں ہوتا، تو کیا اس سے یہ مراد ہے کہ جو

کچھ بھی پانی سے ہو جائے وہ پلید ہوتا ہی نہیں، اُس میں خواہ اتنی گندگی پڑی ہو پھر بھی چونکہ پانی چیز ہی ایسی ہے جو پلید ہی نہیں ہوتو یہ کیسے ہو سکے گا۔

جبکہ ادھر میرے محبوب علیہ السلام تو فرماتے ہیں

اگر گھڑے میں کتا منہ ڈال گیا تو اُس کو سات مرتبہ ڈھیلا رگڑ کے صاف کرو۔

پھر وہ صاف ہوگا ورنہ وہ صاف نہیں ہوگا، تو گھڑا یا برتن پلید کیسے ہوا اگر پانی پلید نہیں ہوا، پہلے پانی کو پلید مانا جائے گا۔ اُس کی وجہ سے وہ گھڑا پلید مانا جائے گا۔

جس سے وہ پلید پانی لگا ہوا ہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی درجنوں احادیث ہیں۔ اس بارے میں کہ جس میں پانی کے پلید ہونے پر اس کے احکام بیان کیئے ہیں۔

کنوے میں اگر کبوتر مرجائے تو اتنے ڈول نکالو بلی مرجائے تو اتنے ڈول نکالو اگر پانی پلید ہونے والی چیز ہی نہیں، تو پھر اُس کو پاک کرنے کا مطلب کیا ہے تو پتہ چلا کہ حدیث کو صحیح ماننے کیلئے بہت کچھ دیکھنا پڑے گا۔

سند بھی بڑی لازم ہے لیکن سند کے ساتھ اسکی عملی صحت کو بھی دیکھنا پڑے گا، دیگر احادیث سامنے رکھیں گے تو پھر پتہ چلے گا کہ

الماء سے ہر پانی کی بات نہیں کی جارہی، خاص پانی کی بات کی جارہی ہے، اسمقام پر امام کی ضرورت ہے کہ جو ذخیرہ احادیث پر پوری مہارت رکھتا ہے، ساری احادیث کو سامنے رکھتا ہے اور پھر درمیان سے معنی نکال کے سپرد کردیتا ہے، لوگو تم گمراہ نہ ہو جانا کہ تم حدیث کے لفظ رٹ لو کہ پانی پلید ہوتا ہی نہیں جو کچھ اُس کیساتھ ہو جائے اتنے کلو اُس میں گندگی پڑی ہو وہ پلید ہوتا ہی نہیں، چونکہ حدیث کے لفظ ہیں، نہیں نہیں

یہ مجتہد کی شان ہے کہ وہ حدیث کا صحیح معنی بیان کر کے بتادے گا کہ

صرف سند نہ دیکھو صرف الفاظ نہ دیکھو پورے ذخیرہ احادیث کو دیکھو تو پھر پتہ چل جائے گا کہ اس حدیث کا مطلب کیا ہے۔

اور اس حدیث کا کیا مطلب ہے۔

بیر بضاعۃ ایک کنواں ہے جو چشمہ نما ہے، پیچھے سے پانی آتا ہے۔ آگے باغ کو جاتا ہے، اُس کی حیثیت انھار کے پانی کی سی ہے، اُس میں کبھی کپڑا حیض کا گرایا کوئی ایسی چیز گری وہ نکال لی گئی اُس کے بعد پانی بہتا رہا نیا پانی آ گیا۔ اب جس وقت نیا پانی آیا تو اس صورتحال میں صحابہ کرام کو یہ تشویش ہوئی کہ پہلے یہاں ہی تو پلید پانی تھا۔ اس کنوے کے اندر دیواروں سے پلید پانی لگا ہوا تھا، اب اُس کے بعد پاک پانی پیچھے سے آ گیا ہے۔

تو وہ پلید پانی جو کنویں سے نکل گیا لیکن وہ اینٹوں سے ساتھ لگا ہوا تھا اُس کی وجہ سے نیا آنے والی پانی بھی پلید ہو جائے گا۔

تو میرے محبوب علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ یہ شریعت مطہرۃ میں گنجائش موجود ہے چونکہ یہ قلیل نہیں ہے، بلکہ ماء کثیر ہے پیچھے سے مسلسل پانی آ رہا ہے وہ جو اینٹوں وغیرہ سے کچھ پلید پانی لگا ہوا تھا وہ اس لئے آنے والے پانی سے بہہ جائے گا۔ اس کے بارے میں کوئی تشویش نہ رکھو اسواسطے کہ جب پانی بہہ جائے اور پلیدی نکال لی جائے اور اُس کا اثر ختم ہو جائے تو پانی پلید نہیں رہتا پاک ہو جاتا ہے۔

اب کہاں یہ مطلب کہ کتا اندر ہی پڑا ہوا ہو اور کہا جائے کہ پانی پاک ہے، پانی سے بدبو آ رہی ہے تو حدیث پڑھی جائے، انّ الماء لا ینجس

پانی پلید نہیں ہوتا اگرچہ بدبو آ رہی ہو، ہرگز رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مطلب نہیں تھا یہ پس منظر تھا جن میں مخصوص پانی کے بارے میں پوچھا جا رہا تھا وہ پانی

نہیں کہ جس میں کتا مرا ہوا اور ڈوبا ہوا ہو پھر بھی سرکار فرما رہے ہوں کہ میں اس سے وضو کرتا ہوں، یہ پلید نہیں ہوتا، اسکا تصور کرنا بھی کتنی بڑی غلطی ہے، مطلب یہ تھا کہ پانی پلید نکل گیا پیچھے پاک پانی آ گیا۔ پلیدی بھی دور کر دی گئی اور پانی جو اس وقت موجود ہے اس میں پلیدی کا نہ رنگ ہے نہ پانی کے ذائقے پر اُس پلید چیز کا اثر ہے اور نہ ہی اُس سے بدبو آ رہی ہے اگر چہ کچھ پانی بعد والا پہلے پانی کے ساتھ ملاقات ضرور کرے گا لیکن محبوب علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ شریعت میں گنجائش ہے۔

ایسی صورتحال کے اندر جب پانی کثیر ہو تھوڑے پانی کا پھر بھی وہی مسئلہ ہے۔

کثیر پانی کی شکل میں سرکار نے ارشاد فرمایا

اِنَّ الْمَاءَ لَایَنْجُسُ

اے صحابہ کرام تم اب اس کو پاک سمجھو اس پر کسی قسم کا اعتراض نہ کرو، اب اگر اس کو پہلے مفہوم میں رکھا جائے تو پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں

لَایَبُوْلَنَّ اَحَدُکُمْ فِی الْمَاءِ الدَّائِمِ (ترمذی حدیث نمبر ۶۸)

تم میں سے کوئی شخص بھی کھڑے ہوئے پانی میں پیشاب نہ کرے، اسواسطے کہ وہ پانی پلید ہو جائے گا اور تمہارا غسل ناجائز ہو جائے گا تو اگر

اِنَّ الْمَاءَ لَا یَنْجُسُ

کا مطلقاً یہ مطلب ہے کہ پانی پلید ہوتا ہی نہیں پانی میں پیشاب کرنے سے منع کیوں کیا اور پیشاب والے پانی کو پلید کیوں قرار دیا اور دوسری طرف رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث ہے، جس سے مطلب بالکل سامنے آ جائے گا۔

آپ نے ارشاد فرمایا

اِنَّ الْاَرْضَ لَاتَنْجُسُ

زمین پلید نہیں ہوتی، تو اب کا کیا مطلب ہے کہ جتنا بھی گندگی کا ڈھیر

پڑا ہوا ہو اُس پر نماز پڑھو وہ پلید نہیں ہوتی، نہیں

بلکہ اسکا مطلب یہ ہے

لَا تَبْقٰی نَجَسَةً

زمین پلید باقی نہیں رہتی، کہ ایک مرتبہ پلید ہوگئی ہو تم سمجھو کہ قیامت تک پلید ہی رہے گی پاک نہیں ہوگی فرمایا نہیں نہیں۔

اگر وہاں سورج کی روشنی پڑ گئی بدبو دور ہوگئی پلیدی کی کوئی نشانی وہاں موجود نہیں رہی تو اب وہ زمین پاک ہوگئی ہے، زمین پلید نہیں ہوتی مطلب یہ ہے کہ جب وہاں سے نجاست دور ہو جائے پھر بعد میں بھی پلید نہیں رہتی بلکہ وہ پاک ہو جاتی ہے۔

جیسے ایک شخص نے مسجد میں پیشاب کر دیا، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس پر بالٹی پانی کی بہاؤ اب اگر زمین پلید نہیں ہوتی تھی تو اس پر پانی کیوں انڈیلا اور اس کو صاف کیوں کروایا۔

مطلب یہ تھا کہ پلید ہو تو جاتی ہے مگر یوں نہ سمجھنا کہ اب یہ قیامت تک پلید ہی رہے گی جب نجاست اٹھالی جائے اور زمین کو کھرچ لیا جائے یا وہاں سے بدبو تک ختم ہو جائے تو اب اس کے بارے میں وہم نہ کرو کہ یہ پلید ہے زمین ایسی چیز نہیں جو پلید ہی باقی رہے بلکہ وہ پاک ہو جاتی ہے۔

تو جیسے یہ معاملہ تھا ایسے ہی

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمار ہے تھے

اِنَّ الْمَاءَ لَا یَنْجُسُ

اگر پانی پلید ہو جائے تو اس کے بعد نہ سمجھو کہ اب وہاں جتنا بھی پانی آئے گا وہ پلید ہی ہوگا، نہیں، جب اگلا پانی نکل جائے گا تو پچھلا پلید نہیں ہوگا اور کثیر کی شکل میں اس کے اندر طہارت موجود ہوگی اور اس میں وضو کرنے کی کوئی قباحت موجود نہیں

ہوگی بشرطیکہ اس سے پانی لیا جارہا ہے اس میں بھی گندگی نہیں ہے اور بدبو بھی اس پر غالب نہیں ہے اس کے علاوہ ذائقہ پر بھی گندگی کی تاثیر نہیں اور رنگ کے لحاظ سے بھی تاثیر نہیں اب اس کو پاک سمجھا جائے گا اسکے ساتھ وضو کر لیا جائے گا۔

اب آپ کو اس حدیث سے اندازہ ہوگا

یہ احادیث جو میں پڑھ رہا ہوں سند کے لحاظ سے ساری صحیح ہیں۔ اگر بندہ صرف لفظوں کے اوپر ڈٹ جائے۔

اِنَّ الْمَاءَ لَايَنْجُسُ

تو کہاں تک بندہ تباہ ہو جائے گا، کتنی بڑی تباہی اس کے مقدر میں آجائے گی کہ وہ ہر پلید چیز کو پاک سمجھنا شروع کر دے گا یہاں سند کو دیکھنا محض کام نہیں دے گا، یہاں عملی صحت کو مانا جائے گا جس کے بارے میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا تھا۔

اِذَا صَحَّ الْحَدِيْثُ فَهُوَ مَذْهَبِىْ

جب حدیث صحیح ثابت ہو جائے تو وہی میرا مذہب ہوتا ہے۔

مطلب یہ کہ سند کے لحاظ سے بھی صحیح ثابت ہو جائے اور عملی طور پر بھی صحیح ثابت ہو جائے تو اب وہ حدیث مانی جائے گی اس کے مقابلے میں کسی چیز کو نہیں مانا جائے گا یہاں تک ضعیف حدیث کو بھی امام صاحب نے قیاس پر مقدم کر دیا۔

ابن قیم نے اعلام الموقعین میں ایک پورا باب لکھا ہے کہ جس کے اندر وہ سارے مسائل ہیں کہ جن میں امام صاحب ضعیف حدیث کو بھی قیاس ترجیح دیتے ہیں اور اپنے قیاس کو روک کر ضعیف حدیث پر عمل کرتے ہیں۔

اب اس مقام پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین اور اس کی امثلہ بہت زیادہ ہیں، بطور مثال میں نے ایک حدیث آپ کے سامنے پڑھی ہے کہ جس مقام پر حدیث کو حدیث مانتے ہوئے بھی ہمیں ضرورت ہے کہ اس بات کی حقیقت کو

www.SirateMustaqeem.net

کس کے کہنے پر مان لیا جائے کہ وہ تقابل کون دور کر دے گا اور اس طرح سارے علوم کو ملا کر نتیجہ کون نکالے گا اور روح کون نکال کے دے گا، وہ ایک ایسا زمانہ تھا کہ جس میں حدیثیں اکٹھی ہو رہی تھیں لیکن ان احادیث میں تطبیق اور ان کو سامنے رکھ کر سب سے ایک بات ہی نکالنا یہ مجتہد کی شان ہے اور یہ اس کا احسان ہے کہ اس امتی کیلئے اور اس مقلد کیلئے اگر خود ایک نماز کا مسئلہ تحقیق کے بعد اسکو پڑھنا پڑتا کہ میں پوری نماز کے مسائل کی دلیل جانوں تو ساٹھ ستر سال کا ہو جاتا پھر اختلافات یاد کرتا پھر نماز پڑھنا شروع کرتا عمر گذر جاتی وہ خائب خاسر ہو جاتا، یہ راہ تقلید ہے کہ جس نے بندے کو مختصر وقت میں عمل کی لائن کے قابل بنا دیا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین میں اور آیات میں ہمیں ترکِ تقلید کے لحاظ سے جو خرابیاں ہوتی ہیں اس پر بھی بڑا مواد ملتا ہے۔

قَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ

جہنمیوں سے جب پوچھا جائے گا کہ تم جہنمی کیسے بنے تو وہ کہنے لگے۔

لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ

اگر ہم سن لیتے یا سمجھ لیتے تو ہم جہنمی نہ بنتے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اسمقام پر تفسیر عزیزی میں لکھتے ہیں کہ ویسے تو ایک ہی بات کافی تھی، نسمع ہم سن لیتے نعقل ہم سمجھ لیتے اگر ایک لفظ آجاتا تو کافی تھا لیکن حضرت شاہ عبدالعزیز فرماتے ہیں بعضی از مفسرین نسمع را بر تقلید و نعقل را بر تحقیق و اجتہاد حمل نمودہ اند کہ ہر دو راہ نجات اند

"بعض مفسرین نے نسمع کو تقلید پر اور نعقل کو تحقیق و اجتہاد پر حمل کیا ہے کہ دونوں نجات کے راستے ہیں (تفسیر عزیزی فارسی پارہ ۲۹)

نسمع

ہم کسی کی سن کے تقلید کر لیتے اور نعقل یا ہم میں یہ صلاحیت ہوتی کہ ہم خود

سوچ لیتے، ہم نہ خود اجتہاد تک پہنچے اور نہ کسی کی تقلید کی نتیجہ یہ نکلا کہ ہم گرتے گرتے اس مقام تک پہنچ گئے کہ جس کے آگے اور خُسران کی وادی نہیں ہے۔ انسان جب راہ تقلید سے تھوڑا سا ہٹتا ہے آغاز میں کچھ اچھا ہے لیکن پھر ہٹتے ہٹتے وہاں تک پہنچتا ہے کہ اس سے زیادہ آگے گہرہ کوئی جہنم کا گڑھا ہی نہیں ہے، تجربہ کے اندر آپ نے دیکھا جو تقلید کی راہ سے ہٹے وہ مرزا غلام احمد قادیانی ہو یا غلام احمد پرویز ہو یہ غیر تقلید کے درخت پہ لگنے والے کانٹے ہیں آگے کیا انجام ہوا بھٹکتے گئے گرتے گئے اور آگے چلے گئے لیکن جو راہ تقلید پہ رہا اس کے گرد قرآن وسنت کی تعلیمات کا پہرہ تھا اور وہ بدستور اپنی صحت پر قائم ہے۔

لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ یہ مرزا غلام احمد قادیانی جیسے لوگوں کا انداز ہے جو تقلید کو چھوڑ کے بڑھے تو خطرہ ہے کہ وہ چلتے چلتے مرتد ہو جائیں گے مرتد ہونے سے ایسی دہلیز تک پہنچ جائیں گے جہاں صرف ہلاکت کے اور کوئی چیز نہیں ہوگی۔

بخاری و مسلم کی حدیث صحیح میں ہے۔ بخاری میں ۱/۸۷ اپر ہے

کہ جس وقت قبر کے اندر امتحان ہوتا ہے تو وہاں پر جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پوچھا جائیگا تو ایک شخص کا جواب یہ ہوگا۔

هاها، لَا أَدْرِیْ

میں نہیں نہیں جانتا۔ اب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں جب وہ یہ جواب دے گا تو فرشتے اُس کو ماریں گے۔

لَا دَرَيْتَ وَلَا تَلَيْتَ

لا دریت'' تو نے خود آپ ہی غور نہیں کیا''ولاتلیت'' اور کسی غور کرنے والے کی تقلید بھی تم نے نہ کی' دونوں میں سے ایک کام تو کر لیتے یا تو خود مقام اجتہاد تک پہنچ جاتے یا پھر کسی مجتہد کی تقلید کر لیتے جبکہ تم نے دونوں کام چھوڑ دیئے۔

فَيُضْرَبُ بِمَطَارِقَ مِنْ حَدِيْدٍ

لوہے کے ہتھوڑوں کے ساتھ اُس کو مارا جائے گا۔ کہ یہ جس وادی پر تم پہنچے ہو اسکا آغاز اُس وقت ہی ہو گیا تھا جب دو کاموں میں سے ایک کام بھی تجھ میں موجود نہیں تھا۔ تم زندگی اس طرح گذارتے رہے چلتے چلتے بھٹکتے بھٹکتے پہلے فقہاء پر عدم اعتماد کیا پھر محدثین پر بھی کر دیا۔ پھر اہل قرآن پر پھر قرآن پر بھی عدم اعتماد کر دیا پھر دہریہ بن گیا۔ یہ ایک مسلسل گمراہی کی چین ہے، جو عدم تقلید سے شروع ہوتی ہے اور جہنم کے گڑھے میں جا کر ختم ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اُس نے ہمیں ایسی ہلاکتوں سے بچا کے رکھا ہوا ہے درمیان میں ایمان وتقوی کا ایسا پہرہ ہے اور اُن ائمہ کی تقلید کا جو قرآن وسنت سے ایک انچ بھی آگے پیچھے نہیں جانے دیتے۔

قران وسنت کے حصار میں بندے کو پوری زندگی کا راہی بنا دیتے ہیں۔

محتشم سامعین حضرات اس سلسلہ میں یہ بات بھی بڑی قابل غور ہے۔

ہمارے ہاں جو ترک تقلید کا ایک رواج چلا تو تجربہ کی بات ہے جب یہ چلا تھا اُس وقت خطرناک نہیں تھا خود یہ لوگ ماضی میں آغاز کے اندر ائمہ کا اتنا ادب کرتے تھے اسقدر ائمہ سے انکو محبت تھی لیکن چلتے چلتے آج وہی لوگ ایسی ایسی باتیں بولتے ہیں یہ وہ فطری پراگرس ہے عدم تقلید کے اندر ہلاکت کی کہ انکے اپنے آباء جو کچھ کہتے ہیں یہ آج ان کا کہا ہوا چھوڑ گئے۔ جہاں سے عدم تقلید کی روش نکلی تھی۔ اُس وقت کا ایک واقعہ مولانا داؤد غزنوی کی سوانح عمری میں صفحہ نمبر 384 پہ لکھا ہے کہ

مولانا عبدالجبار غزنوی کا امرتسر میں مدرسہ تھا جس کا نام مدرسہ غزنویہ تھا وہاں ان کے مدرسہ میں ایک مولانا پڑھتے تھے جو امرتسر کی تیلیاں والی مسجد کے خطیب تھے اُسکا نام عبدالعلی تھا۔

مولانا عبدالجبار کی کلاس میں اُن کے شاگرد عبدالعلی نے کہہ دیا کہ ابوحنیفہ سے تو میں اچھا ہوں یہ اُس کے لفظ تھے کیونکہ یہ بڑے کا نام یوں ہی لیتے ہیں جیسے چھوٹا بھائی ہوتا ہے۔ ابوحنیفہ سے تو میں اچھا ہوں کیوں؟ انہیں تو صرف سترہ حدیثیں آتی تھیں مجھے اُن سے کہیں زیادہ یاد ہیں۔ لہٰذا اُن سے میں اچھا ہوں آج تو یہ بات ہر چھوٹے بڑے کا وظیفہ بنی ہوئی ہے لیکن جب یہ گمراہی کا سلسلہ شروع ہوا تھا اُس وقت ابھی ہدایت کے آثار کافی باقی تھے۔

عبدالجبار غزنوی کے چہرے کا رنگ سرخ ہوگیا اور اُس نے اپنے شاگرد کو ڈانٹ کر مدرسہ سے نکال دیا۔ تم کون ہوتے ہو چلے جاؤ تم امام ابوحنیفہ سے برابری کرتے ہو اور کہتے ہو کہ اُن کو صرف سترہ حدیثیں یاد تھیں اور تمہیں اتنی زیادہ آتی ہیں۔ میں تمہیں نہیں پڑھاؤں گا تم اتنے بڑے گستاخ ہو۔

انہوں نے اپنے درس سے نکال دیا۔ لوگوں نے کہا کہ مولانا اتنا بڑا جرم بھی کیا تھا کہ وہ تعلیم سے محروم ہوگیا۔ چاہیے یہ تھا کہ تھوڑی زجر و توبیخ کے بعد قبول کر لیتے تو مولانا عبدالجبار غزنوی کہنے لگے۔

مجھے خطرہ ہے کہ یہ شخص مرتد ہو جائے گا۔ اب گواہ موجود ہیں ایک ہفتہ نہیں گذرا تھا کہ مدرسہ غزنویہ کا وہ مولوی عبدالعلی جوتیلیاں والی مسجد کا خطیب تھا وہ قادیانی بن گیا جب وہ قادیانی بنا تو لوگوں نے آ کے عبدالجبار غزنوی سے کہا جو خود غیر مقلد تھے لیکن ابھی آغاز تھا تو اتنا ادب واحترام ائمہ کرام کا تھا۔ اُن کی غیرت سے یہ برداشت نہیں ہوسکا کہ زمانے کا امام ہو اور ایک چھوٹی سے مسجد کا امام اُن کا چیلنج کرتا پھرے۔

لوگوں نے عبدالجبار غزنوی سے پوچھا کہ آپ کو یہ کیسے پتہ چل گیا تھا کہ یہ بندہ مرتد ہو جائے گا۔ غیب تو خدا جانتا ہے تو کہنے لگا میں غیب تو نہیں جانتا لیکن ایک حدیث شریف سے مجھے یہ پتہ چل گیا تھا کہ جس شخص نے امام اعظم ابوحنیفہ پہ تنقید کی

وہ دائرہ اسلام میں نہیں رہ سکے گا، کیوں؟

کہنے لگا میں نے یہ حدیث شریف پڑھی ہوئی ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے حدیث قدسی ہے۔

مَنْ عَادَلِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُہٗ بِالْحَرْبِ

کہ جو میرے ولی سے عداوت رکھتا ہے میں اُس کو جنگ کا چیلنج کرتا ہوں۔

تو عبدالجبار غزنوی کے لفظ تھے کہ امام ابوحنیفہ بالیقین اللہ کے ولی ہیں اور اس بندے نے اُن کی توہین کی ہے۔توہین کے بعد مجھے خطرہ تھا کہ کہیں اس کی پاداش میں ہم بھی نہ مارے جائیں۔ میں نے اس واسطے اس کو اپنے مدرسہ سے نکال دیا ہے لوگو تم نے دیکھ لیا کہ وہ بات بالکل سچی ہوگئی۔ اُس نے امام صاحب پہ تنقید کرنا شروع کی تھی آہستہ آہستہ یہ نہیں کہ اُس نے صرف فقہ پہ تنقید کی ہو اُس نے تنقید سنت پر بھی کر دی اُس نے قرآن پہ بھی کر دی اور اُس نے امام الانبیاء علیہ السلام پہ بھی کر دی اور بالآخر یہ نتیجہ نکلا کر وہ مرتد ہوگیا۔ یہ گمراہی کی ایک چین (Chain) ہے اور ترکِ تقلید کی جو تباہ کاریاں ہیں وہ سامنے آرہی ہیں۔

اس واسطے انسان جتنا محدود ہوتا ہے اور اپنے گرد شریعت کے پہرے کو پکا کر لیتا ہے اتنی اُس کیلئے رہنمائی زیادہ ہوتی ہے اور وہ گمراہی سے بچتا جاتا ہے۔ جب تھوڑا سا وہ پردہ اٹھاتا ہے کہ کوئی نہیں امام بھی تو بندے ہی تھے اُن کے مقابلے میں آتا۔ پھر محدثین کے مقابلے میں آجاتا ہے پھر خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں آجاتا ہے۔ یہ اُس کی گمراہی کی آخری حد ہوتی ہے یہ ہیں ترکِ تقلید کی تباہ کاریاں۔

میری دعا ہے خالق کائنات جل جلالہ تمام لوگوں کو ان تباہ کاریوں سے محفوظ فرمائے۔ آمین

وآخر دعونا اَنِ الْحَمْدُ اللہ ربِ العالمین